

فصل ششم

عالمگیر امت مسلمہ کی تائیس

(۳)

اہل ایمان سے کفار کے تعلق کی نوعیت | ایک طرف امت مسلمہ کے اندر اُس کے افراد کا باہمی تعلق اور اپنے دین و ایمان سے اُن کی وابستگی کو صاف صاف بیان کیا گیا۔ اور دوسری طرف یہ بھی بتا دیا گیا کہ کفار سے مسلمانوں کا تعلق کس طرح کا ہونا چاہیے:

مومن اہل ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا رفیق
اور دوست ہرگز نہ بنائیں۔

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ
أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ
(آل عمران - ۲۸)

اسے لوگو جو ایمان لائے ہو، مومنوں کو چھوڑ کر
کافروں کو اپنا رفیق نہ بناؤ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا
الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ
الْمُؤْمِنِينَ (النساء - ۱۳۴)

کیا تم لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تم بوہنی چھوڑ
دیے جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ نے یہ تو دیکھا ہی نہیں کہ
تم میں کون وہ لوگ ہیں جنہوں نے (اس کی راہ میں)
جانفشانی کی اور اللہ اور رسول اور مومنین کے سوا
کسی کو جگری دوست نہ بنایا۔

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُتْرَكُوا وَلَمَّا
يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ
وَلَمْ يَتَّخِذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ
وَلَا رَسُولِهِ وَلَا الْمُؤْمِنِينَ وَلِجَنَّةٍ
(التوبة - ۱۶)

سورہ توبہ کی اس آیت میں خطابِ مدینہ کے اُن لوگوں سے کیا گیا ہے جو نئے نئے اسلام لائے تھے۔ ان سے
کہا گیا ہے کہ جب تک تم اس آزمائش سے گزر کر یہ ثابت نہ کرو گے کہ واقعی تم خدا اور اس کے دین کو اپنی جان و مال

اور اپنے بھائی بندوں سے بڑھ کر عزیز رکھتے ہو، تم سچے مومن قرار نہیں دیے جاسکتے۔ اب تک تو ظاہر کے لحاظ سے تمہاری حیثیت یہ ہے کہ اسلام چونکہ مومنینِ صادقین اور سابقینِ اولین کی جانفشانیوں سے غالب آگیا اور ملک پر چھا گیا اس لیے تم مسلمان ہو گئے۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنے باپوں اور بھائیوں کو بھی اپنا رفیق نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر کو ترجیح دیں۔ تم میں سے جو ان کو رفیق بنائیں گے وہی ظالم ہوں گے۔ اے نبی، کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے، اور تمہارے بھائی، اور تمہاری بیویاں اور تمہارے عزیز واقارب اور تمہارے مال جو تم نے کمائے ہیں، اور تمہارے وہ کاروبار جن کے ماند پڑ جانے کا تم کو خوف ہے اور تمہارے وہ گھر جو تم کو پسند ہیں، تم کو اٹھا اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے عزیز تر ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے لے آئے، اور اللہ فاسق لوگوں کی رہنمائی نہیں کیا کرتا۔

تم لوگوں کے لیے ابراہیمؑ اور اس کے ساتھیوں میں ایک اچھا نمونہ ہے کہ انہوں نے اپنی قوم سے صاف کہہ دیا "ہم تم سے اور تمہارے ان معبودوں سے جن کو تم خدا کو چھوڑ کر پوجتے ہو قطعی بیزار ہیں، ہم نے تم سے کفر کیا اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لیے عداوت

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْإِيمَانِ وَمَنْ يَتَّخِذْهُمْ مِّنكُمْ قَادًا لِّدِكْهُمُ الظَّالِمُونَ - قُلْ إِنْ كَانَ آبَاءُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَشْرَؤُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ ذُكِّرْتُمْ وَهَذَا تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَصَلِحِينَ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرٍ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ

(التوبہ ۲۳-۲۴)

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَّاءُ مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّى

تَوَمَّنُوا بِإِلَهِهِ وَحَدَاةً

(الممتحنہ - ۴)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا
عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ
إِلَيْهِم بِالْمُؤَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا
بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ يُخْرِجُونَ
الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَنْ تَتَوَمَّنُوا
بِإِلَهِهِ سَاءَ يَكْفُرُونَ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ
جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي

(الممتحنہ - ۱)

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِإِلَهِهِ
وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ
حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا
آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ
إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَئِكَ
كُتِبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانُ
وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِنْهُ

(المجادلہ - ۲۲)

ہو گئی اور بے پروا ہو گیا جب تک تم اللہ واحد پر ایمان
نہ لاؤ۔

اے لوگو جو ایمان لاٹے ہو، اگر تم میری راہ
میں جہاد کرنے کے لیے اور میری رضا جوئی کی خاطر
(وطن چھوڑ کر گھروں سے) نکلے ہو تو میرے اور
اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ تم ان کے
ساتھ دوستی کی طرح ڈالتے ہو، حالانکہ جو حق تمہارا
پاس آیا ہے اُس کو ملنے سے وہ انکار کر چکے ہیں۔
وہ رسول کو اور تم کو پاس بنا پر نکال باہر کرتے ہیں
کہ تم اللہ اپنے رب پر ایمان لائے ہو۔

تم کبھی یہ نہ پاؤ گے کہ جو لوگ اللہ اور آخرت
پر ایمان رکھنے والے ہیں وہ ان لوگوں سے محبت
کرتے ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت
کی ہے، خواہ وہ ان کے باپ ہوں، یا ان کے بیٹے،
یا ان کے بھائی یا ان کے اہل خاندان۔ یہ وہ لوگ
ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت کر دیا ہے
اور اپنی طرف سے ایک روح عطا کر کے ان کو قوت
بخشی ہے۔

سورہ مجادلہ کی اس آیت میں دو باتیں ارشاد ہوئی ہیں۔ ایک بات اصولی ہے، اور دوسری امر واقعی
کا بیان۔ اصولی بات یہ فرمائی گئی ہے کہ دین حق پر ایمان اور اعدائے دین کی محبت، دو بالکل متضاد چیزیں
ہیں جن کا ایک جگہ اجتماع کسی طرح قابل تصور نہیں ہے۔ یہ بات قطعی ناممکن ہے کہ ایمان اور دشمنان
خدا و رسول کی محبت ایک دل میں جمع ہو جائیں، بالکل اسی طرح جیسے ایک آدمی کے دل میں اپنی ذات کی محبت
اور اپنے دشمن کی محبت دونوں بیک وقت جمع نہیں ہو سکتیں۔ لہذا اگر تم کسی شخص کو دیکھو کہ ایمان کا دعویٰ بھی

کرتا ہے اور ساتھ ساتھ اُس نے ایسے لوگوں سے محبت کا رشتہ بھی جوڑ رکھا ہے جو اسلام کے مخالف ہیں تو یہ غلط فہمی تمہیں ہرگز لاحق نہ ہونی چاہیے کہ شاید وہ اپنی اس روش کے باوجود ایمان کے دعوے میں سچا ہو۔ اسی طرح جن لوگوں نے اسلام اور مخالفین اسلام سے بیک وقت رشتہ جوڑ رکھا ہے وہ خود بھی اپنی پوزیشن پر اچھی طرح غور کر لیں کہ وہ فی الواقع کیا ہیں، مومن ہیں یا منافق؟ اور فی الواقع کیا ہونا چاہتے ہیں، مومن بن کر رہنا چاہتے ہیں یا منافق؟ اگر ان کے اندر کچھ بھی راستبازی موجود ہے اور وہ کچھ بھی یہ احساس اپنے اندر رکھتے ہیں کہ اخلاقی حیثیت سے منافقت انسان کے لیے ذلیل ترین رویہ ہے، تو انہیں بیک وقت دو کشتیوں میں سوار ہونے کی کوشش چھوڑ دینی چاہیے۔ ایمان تو اُن سے دو ٹوک فیصلہ چاہتا ہے۔ مومن رہنا چاہتے ہیں تو ہر اس رشتے اور تعلق کو قربان کر دیں جو اسلام کے ساتھ اُن کے تعلق سے متصادم ہوتا ہے۔ اسلام کے رشتے سے کسی اور رشتے کو عزیز رکھتے ہیں تو بہتر ہے کہ ایمان کا جھوٹا دعویٰ چھوڑ دیں۔

یہ تو ہے اصولی بات۔ مگر اللہ تعالیٰ نے یہاں صرف اصولی بیان پر اکتفا نہیں فرمایا، بلکہ اس امر واقعی کو بھی مدعیان ایمان کے سامنے نمونے کے طور پر پیش فرمادیا کہ جو لوگ سچے مومن تھے انہوں نے فی الواقع سب کی آنکھوں کے سامنے تمام اُن رشتوں کو کاٹ پھینکا جو اللہ کے دین کے ساتھ اُن کے تعلق میں حاصل ہوئے۔ یہ ایک ایسا واقعہ تھا جو بدرواحد کے معرکوں میں سارے عرب نے دیکھ لیا۔ مکہ سے جو صحابہ کرام ہجرت کر کے مدینے آئے تھے وہ صرف خدا اور اس کے دین کی خاطر خود اپنے قبیلے اور اپنے قریب ترین رشتہ داروں سے لڑ گئے۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے اپنے باپ عبد اللہ بن جراح کو قتل کیا۔ حضرت مصعبؓ بن عمیر نے اپنے بھائی عبید بن عمیر کو قتل کیا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے ماموں عامر بن مہشام بن مغیرہ کو قتل کیا۔ حضرت ابو بکرؓ اپنے بیٹے عبد الرحمن سے لڑنے کے لیے تیار ہو گئے۔ حضرت علیؓ، حضرت حمزہؓ اور حضرت عبیدہؓ بن الحارث نے عبثہؓ، شیبہؓ اور ولید بن عبثہؓ کو قتل کیا جو ان کے قریبی رشتہ دار تھے۔ حضرت عمرؓ نے امیران جنگ بدر کے معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ان سب کو قتل کر دیا جائے اور ہم میں سے ہر ایک اپنے رشتہ دار کو قتل کرے۔ اسی جنگ بدر میں حضرت مصعبؓ بن عمیر کے سگے بھائی ابو عزیز بن عمیر کو ایک انصاری پکڑ کر باندھ رکھا تھا۔ حضرت مصعبؓ نے دیکھا تو پکار کر کہا "درا مضبوط باندھنا، اس کی ماں بڑی مالدار ہے، اس کی رہائی کے لیے وہ تمہیں بہت ساقدیر دے گی۔" ابو عزیز نے کہا "تم بھائی ہو کہ یہ بات کہہ رہے ہو۔" حضرت مصعبؓ نے جواب دیا "اس وقت تم میرے بھائی نہیں ہو بلکہ یہ انصاری میرا بھائی ہے جو تمہیں گرفتار کر رہا ہے۔" اسی جنگ بدر میں خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا

عباس اور داماد ابوالعاص (حضرت زینب بنت رسول اللہ کے شوہر) گرفتار ہو کر آئے، مگر ان کے ساتھ رسول کی رشتہ داری کی بنا پر قطعاً کوئی امتیازی سلوک نہ کیا گیا جو دوسرے قیدیوں سے کچھ بھی مختلف ہوتا۔ اس طرح عالم واقعہ میں دنیا کو یہ دکھا دیا گیا کہ مخلص مسلمان کیسے ہوتے ہیں اور اللہ اور اس کے دین کے ساتھ ان کا تعلق کیسا ہوا کرتا ہے۔

دیلی نے حضرت معاذ کی روایت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا نقل کی ہے کہ اللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ لِفَاجِرٍ (دنی سے وایۃ لِفَاسِقٍ) عَلَيَّ يَدًا وَلَا نِعْمَةً قَبِيذَةً قَلْبِي فَانِي وَجَدتْ فِيهَا أَوْحِيَتَ اِلَيَّ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ خَدِيًّا، کسی فاجر (اور ایک روایت میں ہے فاسق) کا میرے اوپر کوئی احسان نہ ہونے دے کہ میرے دل میں اس کے لیے کوئی محبت پیدا ہو۔ کیونکہ تیری نازل کردہ وحی میں یہ بات میں نے پائی ہے کہ اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھنے والوں کو تم اللہ اور رسول کے مخالفوں سے محبت کرنے نہ پاؤ گے۔

اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کا حق پہچاننے کی خود تاکید کی ہے۔ اس کی ماں نے ضعیف پر ضعیف اٹھا کر اسے اپنے پیٹ میں رکھا اور دو سال اس کا دودھ چھوٹنے میں لگے۔ (اسی لیے ہم نے اس کو نعمت کی کہ) میرا شکر اور اپنے والدین کا شکر بجالا، میری ہی طرف تجھے بلاتا ہے۔ لیکن اگر وہ تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ میرے ساتھ تو کسی ایسے کو شریک کرے جسے تو (میرا شریک) نہیں جانتا تو ان کی بات ہرگز نہ مان، البتہ دنیا میں ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرتا رہ۔

ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی ہدایت کی ہے۔ لیکن اگر وہ تجھ پر زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسے (مجبور) کو شریک ٹھیرائے جسے تو (میرے شریک کی حیثیت سے) نہیں جانتا تو ان کی اطاعت نہ کر۔

کسی کی خاطر ایمان نہیں چھوڑا جا سکتا | وَوَصَّيْنَا
الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ
اُمُّهُ وَهْنًا عَلٰى وَاٰهِنٍ وَفِصْلَةٌ فِى
عَامَيْنِ اَنْ اَشْكُرَ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ
اِلَى الْمَصِيْرَةِ وَاِنْ جَاهَدَكَ عَلٰى
اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ
عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبُهُمَا
فِى الدُّنْيَا مَعْرُوفًا

(لقمان ۱۴-۱۵)

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَسَنًا
وََاِنْ جَاهَدَكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا
لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا
(العنكبوت ۸)

سورہ عنکبوت کی اس آیت کے متعلق مسلم، ترمذی، احمد، ابو داؤد اور نسائی کی روایت ہے کہ یہ حضرت سعد بن ابی وقاص کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ وہ ۱۸-۱۹ سال کے تھے جب انہوں نے اسلام قبول کیا۔ ان کی ماں حنہ بنت سفیان بن امیہ رابو سفیان کی بھتیجی، کو جب معلوم ہوا کہ بیٹا مسلمان ہو گیا ہے تو اس نے کہا کہ ”جب تک تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا انکار نہ کرے گا میں نہ کھاؤں گی نہ پیوں گی، نہ سائے میں بیٹھوں گی۔“ ماں کا حق ادا کرنا تو اللہ کا حکم ہے۔ تو میری بات نہ مانے گا تو اللہ کی بھی نافرمانی ہوگی۔“ حضرت سعد اس پر سخت پریشان ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ماجرا عرض کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ممکن ہے کہ ایسے ہی حالات سے دوسرے وہ نوجوان بھی دوچار ہوئے ہوں، جو کہ معظمہ کے ابتدائی دور میں مسلمان ہوئے تھے۔ اسی لیے اس مضمون کو سورہ لقمان کی اس آیت میں بھی پورے زور کے ساتھ دوہرایا گیا جسے ہم اوپر نقل کر چکے ہیں۔

آیت کا منشا یہ ہے کہ انسان پر مخلوقات میں سے اگر کسی کا حق سب سے بڑھ کر ہے تو وہ اس کے ماں باپ ہیں۔ لیکن ماں باپ بھی اگر انسان کو شرک پر مجبور کریں تو ان کی بات قبول نہ کرنی چاہیے، کجا کہ کسی اور کے کہنے پر آدمی ایسا کرے۔ پھر الفاظ یہ ہیں کہ **وَإِنْ جَاهَدَاكَ**۔ اگر وہ دونوں تجھے مجبور کرنے کے لیے اپنا پورا زور بھی لگادیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ کم زور جے کا دباؤ، یا ماں باپ میں سے کسی ایک کا زور دینا تو بدرجہ اولیٰ رد کر دینے کے لائق ہے۔ اس کے ساتھ **مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ** (جسے تو میرے شریک کی حیثیت سے نہیں جانتا) کا فقرہ بھی قابل غور ہے۔ اس میں ان کی بات نہ ماننے کے لیے ایک معقول دلیل دی گئی ہے۔ ماں باپ کا یہ حق تو بے شک ہے کہ اولاد ان کی خدمت کرے، ان کا ادب و احترام کرے، ان کی جائز باتوں میں ان کی اطاعت بھی کرے۔ لیکن یہ حق ان کو نہیں پہنچتا کہ آدمی اپنے علم کے خلاف ان کی اندھی تقلید کرے۔ کوئی وجہ نہیں ہے کہ ایک بیٹا یا بیٹی صرف اس بنا پر ایک مذہب کی پیروی کیے جائے کہ یہ اس کے ماں باپ کا مذہب ہے۔ اگر اولاد کو یہ علم حاصل ہو جائے کہ والدین کا مذہب غلط ہے تو اسے اس مذہب کو چھوڑ کر صحیح مذہب اختیار کرنا چاہیے اور ان کے دباؤ ڈالنے پر بھی اس طریقے کی پیروی نہ کرنی چاہیے جس کی گراہی اس پر کھل چکی ہو۔ اور یہ معاملہ جب والدین کے ساتھ ہے تو پھر دنیا کے ہر شخص کے ساتھ بھی یہی ہونا چاہیے۔ کسی شخص کی تقلید بھی جائز نہیں ہے جب تک آدمی یہ نہ جان لے کہ وہ شخص حق پر ہے۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نُنَالِ الْآيَاتِ لَمَّا كُنَّا نَمُوتُ
یہ کافر لوگ ایمان لانے والوں سے کہتے ہیں کہ تم

اتَّبِعُوا سَبِيلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطِيئَتَكُمْ
وَمَا هُمْ بِخَمِيلِينَ مِنْ خَطِيئَتِهِمْ
مِنْ شَيْءٍ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ۝ وَ
لِيَحْمِلَنَّ أَثْقَالَهُمْ وَاتَّقِيَ لَمَعَ
أَثْقَالِهِمْ وَلَيَسْئَلُنَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
عَمَّا كَانُوا يَفْتَوُونَ .

(العنکبوت - ۱۲-۱۳) باز پرس ہوگی جو وہ کرتے رہے ہیں۔

کفار کے اس قول کا مطلب یہ تھا کہ اول تو زندگی بعد موت اور حشر و نشر اور حساب و جزا کی یہ باتیں سب ٹھکوسلا ہیں۔ لیکن اگر بالفرض کوئی دوسری زندگی ہے اور اس میں کوئی باز پرس بھی ہونی ہے، تو ہم ذمہ لیتے ہیں کہ خدا کے سامنے سارا عذاب ثواب ہم اپنی گردن پر لے لیں گے۔ تم ہمارے کہنے سے اس نئے دین کو چھوڑ دو اور اپنے دین آباہی کی طرف واپس آ جاؤ۔ روایات میں متعدد دسواران قریش کے متعلق یہ مذکور ہے کہ ابتداءً جو لوگ اسلام قبول کرتے تھے ان سے مل کر یہ لوگ اسی طرح کی باتیں کیا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ کے متعلق بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب وہ ایمان لائے تو ابوسنیان اور عرب بن امیہ بن خلف نے ان سے مل کر یہی کہا تھا۔

اس پر فرمایا گیا کہ اول تو یہی ممکن نہیں ہے کہ کوئی شخص خدا کے ہاں کسی دوسرے کی ذمہ داری اپنے اوپر لے لے اور کسی کے کہنے سے گناہ کرنے والا خود اپنے گناہ کی سزا پانے سے بچ جائے، کیونکہ وہاں تو ہر شخص اپنے کیے کا آپ ذمہ دار ہے۔ لَا تَذَرُوا دِينَكُمْ ذَرْأَهُمْ خَيْرٌ لَكُمْ لَكُمْ دِينُكُمْ وَلَكُمْ آيَاتُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ۔ لیکن اگر بالفرض ایسا ہو بھی تو جس وقت کفر و شرک کا انجام ایک دکھتی ہوئی جہنم کی صورت میں سامنے آئے گا اس وقت بس کی یہ ہمت ہوگی کہ دنیا میں جو وعدہ اس نے کیا تھا اس کی لاج رکھنے کے لیے یہ کہہ دے کہ حضور میرے کہنے سے جس شخص نے ایمان کو چھوڑ کر ارتداد کی راہ اختیار کی تھی، آپ اسے معاف کر کے جنت میں بھیج دیں، اور میں جہنم میں اپنے کفر کے ساتھ اس کے کفر کی سزا بھی بھگتنے کے لیے تیار ہوں؟

کفار کے لیے استغفار ممنوع ہے | مَا كَانَ

لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ

يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ

نبی اور ایمان لانے والوں کا یہ کام نہیں

ہے کہ وہ مشرکوں کے لیے مغفرت کی

دعا کریں، چاہے وہ ان کے رشتہ دار

كَانُوا أَوْلَىٰ قُرْبَىٰ مِمَّن يَبْدُونَ مَا
 تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَهْلَابُ الْجَحِيمِ -
 ہی کیوں نہ ہوں، جبکہ ان پر یہ بات کھل چکی ہے
 کہ وہ جہنم کے مستحق ہیں۔

(التوبہ - ۱۱۳)

کسی شخص کے لیے معافی کی درخواست لازماً یہ معنی رکھتی ہے کہ اول تو ہم اس کے ساتھ ہمدردی و محبت رکھتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ہم اس کے قصور کو قابلِ معافی سمجھتے ہیں۔ یہ دونوں باتیں اس شخص کے معاملہ میں تو درست ہیں جو وفاداروں کے زمرے میں شامل ہو اور صرف گناہ گار ہو۔ لیکن جو شخص کھلا ہوا باغی ہو اس کے ساتھ ہمدردی و محبت رکھنا اور اس کے جرم کو قابلِ معافی سمجھنا نہ صرف یہ کہ اصولاً غلط ہے بلکہ اس سے خود ہماری اپنی وفاداری مشتبہ ہو جاتی ہے۔ اور اگر ہم محض اس بنا پر کہ وہ ہمارا رشتہ دار ہے، یہ چاہیں کہ اسے معاف کر دیا جائے، تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ہمارے نزدیک رشتہ داری کا تعلق خدا کی وفاداری کے مقتضیات کی نسبت زیادہ قیمتی ہے، اور یہ کہ خدا اور اس کے دین کے ساتھ ہماری محبت بے لاگ نہیں ہے، اور یہ کہ جو لاگ ہم نے خدا کے باغیوں کے ساتھ لگا رکھی ہے ہم چاہتے ہیں کہ خدا خود بھی اسی لاگ کو قبول کر لے اور ہمارے رشتہ داروں کو تو ضرور بخش دے خواہ اسی جرم کا ارتکاب کرنے والے دوسرے مجرموں کو جہنم میں جھونک دے۔ یہ تمام باتیں غلط ہیں، اخلاص اور وفاداری کے خلاف ہیں اور اس ایمان کے منافی ہیں جس کا تقاضا یہ ہے کہ خدا اور اس کے دین کے ساتھ ہماری محبت بالکل بے لاگ ہو، خدا کا دوست ہمارا دوست ہو اور اس کا دشمن ہمارا دشمن۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ ”مشرکوں کے لیے مغفرت کی دعا نہ کرو“ بلکہ یوں فرمایا ہے کہ ”تمہارے لیے یہ زیبا نہیں ہے، تمہارا یہ کام نہیں ہے، کہ تم ان کے لیے مغفرت کی دعا کرو“۔ یعنی ہمارے منع کرنے سے اگر تم باز رہے تو یہ کچھ بات نہ ہوئی۔ تم میں تو وفاداری کی جس اتنی تیز ہونی چاہیے کہ جو ہمارا باغی ہے اس کے ساتھ ہمدردی رکھنا اور اس کے جرم کو قابلِ معافی سمجھنا تم کو خود اپنے لیے نازیبا محسوس ہو۔

یہاں اتنا اور سمجھ لینا چاہیے کہ خدا کے باغیوں کے ساتھ جو ہمدردی ممنوع ہے وہ صرف وہ ہمدردی ہے جو دین کے معاملہ میں دخل انداز ہوتی ہو۔ رہی انسانی ہمدردی اور دنیوی تعلقات میں صلہ رحمی، مواسات، اور رحمت و شفقت کا برتاؤ، تو یہ ممنوع نہیں ہے بلکہ محمود ہے۔ رشتہ دار خواہ کافر ہو یا مومن، اس کے دنیوی حقوق ضرور ادا کیے جائیں گے۔ مصیبت زدہ انسان کی بہر حال مدد کی جائے گی۔ حاجت مند آدمی کو بہر صورت

سہارا دیا جائے گا۔ بیمار اور زخمی کے ساتھ ہمدردی میں کوئی کسر اٹھانا رکھی جائے گی۔ یتیم کے سر پر یقیناً شفقت کا ہاتھ لکھا جائے گا۔ ایسے معاملات میں ہرگز یہ امتیاز نہ کیا جائے گا کہ کون مسلم ہے اور کون غیر مسلم۔

شادی بیاہ اور وراثت کا | لَاهُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ
تعلق بھی ان سے جائز نہیں | وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ

نہ مسلمان عورتیں کفار کے لیے حلال ہیں اور نہ کفار ان کے لیے حلال۔

لَهُنَّ (الممتحنہ - ۱۰)

وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ۔
اور تم خود بھی کافر عورتوں کو اپنے نکاح میں نہ روکے رہو۔

(الممتحنہ - ۱۰)

البتہ اس حکم میں یہ فرق کیا گیا ہے کہ اہل کتاب کی عورتوں سے مسلمان مرد نکاح کر سکتے ہیں جیسا کہ سورہ مائدہ آیت ۵ میں فرمایا گیا ہے۔ رہیں مسلمان عورتیں تو وہ مسلمان کے سوا کسی کے لیے حلال نہیں ہیں۔

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَةَ حَتَّىٰ
تَمُوتَ وَلَا مَمَّةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ
مَنْ مَّشِيَ كَمَا ذَلَّوْا عَجَبَكُمْ وَلَا
تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا
وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ
وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ (البقرہ - ۲۲۱)

تم مشرک عورتوں سے ہرگز نکاح نہ کرنا، جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں۔ ایک مومن لڑکی مشرک شریف نادی سے بہتر ہے، اگرچہ وہ تمہیں بہت پسند ہو۔ اور اپنی عورتوں کے نکاح مشرک مردوں سے کبھی نہ کرنا، جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں۔ ایک مومن غلام مشرک شریف سے بہتر ہے، اگرچہ وہ تمہیں بہت پسند ہو۔

حضرت اسامہ بن زید کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ وَلَا
الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ
مسلمان کا قریب وارث نہیں ہو سکتا اور نہ کافر مسلمان کا وارث ہو سکتا ہے۔

(بخاری، مسلم، نسائی، احمد، ترمذی، ابن ماجہ، ابوداؤد)

کافروں کی دو قسمیں اور | اس طرح امت مسلمہ کو کفار سے پوری طرح الگ کر دینے کے بعد صرف ایک اعتبار سے
ان کے ساتھ برتاؤ میں فرق | دو قسم کے کافروں کے درمیان مسلمانوں کے برتاؤ میں فرق کیا گیا، اور وہ یہ ہے:

” اللہ تمہیں اس بات سے نہیں روکتا کہ تم ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کا برتاؤ کرو جنہوں نے دین کے معاملہ میں تم سے جنگ نہیں کی ہے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا ہے۔ اللہ انصاف

کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ وہ تمہیں جس بات سے روکتا ہے وہ تو یہ ہے کہ تم ان لوگوں سے دوستی کرو جنہوں نے تم سے دین کے معاملہ میں جنگ کی ہے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا ہے اور تمہارے اخراج میں ایک دوسرے کی مدد کی ہے۔ ان سے جو لوگ دوستی کریں وہ ظالم ہیں" (الممتزہ آیات ۸-۹)۔

بالفاظ دیگر مسلمانوں کو یہ ہدایت دی گئی کہ انہیں دشمن کا فر اور غیر دشمن کا فر میں فرق ملحوظ رکھنا چاہیے اور ان کا فروں کے ساتھ احسان کا برتاؤ کرنا چاہیے جنہوں نے بھی ان کے ساتھ کوئی بُرائی نہ کی ہو۔ اس کی بہترین تشریح وہ واقعہ ہے جو حضرت اُسما بنت ابی بکر اور ان کی کافران کے درمیان پیش آیا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ کی ایک بیوی کافرہ تھیں اور مکہ ہی میں رہ گئی تھیں۔ حضرت اُسماؓ انہی کے بطن سے پیدا ہوئی تھیں۔ صلح حدیبیہ کے بعد جب مکہ اور مدینہ کے درمیان آمد و رفت شروع ہوئی تو وہ بیٹی سے ملنے کے لیے مدینہ آئیں اور کچھ تحفے تحائف بھی لائیں۔ حضرت اُسماؓ کا اپنا بیان ہے کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر پوچھا "اپنی ماں سے مل لوں؟ اور کیا میں ان سے صلہ رحمی بھی کر سکتی ہوں؟" حضورؐ نے فرمایا "لو بھی اور صلہ رحمی بھی کرو" (مسند احمد، بخاری، مسلم)۔ اس سے خود بخود یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ایک مسلمان کے لیے اپنے کافران باپ، بھائی، بہن اور رشتہ داروں کی مدد کرنا جائز ہے اگر وہ دشمن اسلام نہ ہوں۔ اور اسی طرح ذمی مساکین پر صدقات بھی صرف کیے جاسکتے ہیں۔

(اسلام القرآن للجصاص - روح المعانی)

(باقی)